کشمیر میں فن خطاطی

ڈاکٹر صابر آفاقی

ورود اسلام سے پہلے وادی کشمیر میں سنسکرت (۱) زبان مروج تھی اور اکبری عہد تک وہاں اسی زبان کا رواج رہا۔ چنانچہ ابوالفضل لکھتا ہے: ان (ہندوؤں) کی اکثر کتابیں سنسکرت میں ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیری قوم کا رسم الخط بھی علیحدہ ہے جسے وہ اپنی تحریر میں استعمال کرتے ہیں(۲) ظاہر ہے کہ علیحدہ رسم الخط سے مراد شاردا رسم الخط ہے جو دیوناگری ہی کی ایک قسم ہے۔

کشمیر میں دین اسلام اور فارسی زبان کا ورود آٹھویں صدی ہجری کے شروع میں ایک عالم اور صوفی سید شرف الدین بلبل شاہ ترکستانی (متوفی ۷۲۷ھ) کے ذریعے ہوا۔ آپ ۷۲۵ ہجری میں سرینگر پہنچے اور اسلام کی تبلیغ کا آغاز کیا چنانچہ کشمیر کا راجہ رنچن (متوفی ۷۲۸ھ) جو بدھ مت کا پیرو تھا آپ ہی کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوا اور سلطان صدرالدین کے لقب سے معروف ہوا۔ وادی میں اسلام کی ترقی اور فارسی کی ترویج کے نتیجہ میں فارسی رسم الخط پھیلنے لگا۔ مگر کشمیر میں اس کا باقاعدہ نقطہ آغاز اس سال کو سمجھنا چاہئے جب سلطان زین العابدین معروف بہ بڈھ شاہ (عہد ۸۷۵-۸۲۳ھ) تخت نشین ہوا۔ اس علم دوست اور عالم پرور سلطان نے فنون لطیفہ اور علوم اسلامی کی ترقی و ترویج کے لئے زبردست کوشش کی۔ کشمیر کے مورخ

---

(۱) سنسکرت عام بول چال کی زبان کبھی نہ تھی کشمیر کی ایک مقامی بولی تھی جو شاردا میں لکھی جاتی تھی۔ البتہ برھمن تصنیف و تالیف کے لئے سنسکرت استعمال کرتے تھے۔ (ایڈیٹر)

(۲) آئین اکبری ترجمہ جیرٹ ج ۲، ص ۳۵۱۔

حسن شاہ کے بقول بڈھ شاہ نے برصغیر پاک و ھند اور خراسان سے علماء و فضلاء کو کشمیر بلایا اور بڑے بڑے مناصب اور جاگیروں سے نوازا تاکہ اہل کشمیر ان کے فضل و کمال سے استفادہ کرسکیں (۱) سلطان نے مختلف علوم و فنون کے ماہرین اور صنعت و حرفت میں کمال رکھنے والوں کو بھی دور دراز کے ممالک سے لاکر کشمیر میں آباد کیا۔ مثال کے طور پر جلد ساز، کاغذ ساز، قالین باف، قلمدان ساز، حکاک، تذھیب کار سمرقند سے لاکر وادی میں بسائے گئے (۲)۔ بعد میں کشمیر کے چرب دست و تر دماغ باشندوں نے صناعی و کاریگری میں وہ کمال پیدا کیا کہ دنیا آج تک ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ اہل کشمیر نے کاغذ سازی جلد سازی اور خطاطی میں ایسی مہارت دکھائی کہ یہ کمال اسی خطہ سے مخصوص ھو کر رہ گیا۔ کشمیریوں نے ایک مخصوص روشنائی بھی ایجاد کی تھی جسے پانی سے دھویا نہیں جاسکتا تھا۔ سلطان زین العابدین نے سرینگر کے محلہ نوشہرہ میں ایک عظیم الشان دارالعلوم اور دارالترجمہ قائم کیا تھا۔ جہاں علوم اسلامی کی تدریس فارسی میں ھوتی تھی۔ اس دارالعلوم کے نصاب تعلیم میں ایک اھم مضمون خوشنویسی بھی تھا۔ ویسے بھی اس دور میں خطاطی کو ایک قابل فخر ھنر سمجھا جاتا تھا۔ اس عہد میں فارسی ادب و فرھنگ کا سمندر دو طرفہ موجزن رھا۔ اگر ایک طرف سینکڑوں علماء ترکستان و ایران سے کشمیر میں تشریف لاتے رہے تو دوسری طرف کشمیری طلبہ سمرقند، بخارا اور ھرات کی درسگاھوں سے فارغ ھوکر اپنے وطن کو نور علم سے منور کرتے رہے۔ یہ حضرات علم کے ساتھ ساتھ خطاطی کے فن میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے کیونکہ مؤلف ایرانشہر کے بقول کتابت ایک خاص حرفت کا درجہ رکھتی تھی (۳) بڈھ شاہ کے دور میں ملا جمیل مشہور خطاط

---

(۱) حسن، ج ۲، ص ۱۹۵۔

(۲) حسن، ج ۲، ص ۱۹۸۔

(۳) ایرانشہر، ج ۱، ص ۷۶۶۔

تھی۔ خط نستعلیق میں قرآن کے لکھے ہوئے ان کے نسخے آج بھی کشمیر کے مقابر و مساجد میں موجود ہیں ۔ ملا جمیل کی نقاشی بھی وادی میں مقبول رہی ہے ۔ اس عہد میں وہاں کتابخانے قائم کیے گئے اور کشمیری علماء نے فارسی و عربی کی اہم کتابوں کی نقلیں کرکے اپنے اپنے کتابخانوں میں رکھنا شروع کیں۔

کشمیر کے سلطان حسین شاہ کے عہد (۱۴۷۲ - ۸۴ء) میں ایران سے میر علی خوشنویس وادی میں پہنچا اور پھر وہ یہیں کا ہو رہا ۔ وہ سرینگر میں فوت ہوا اور مسجد بوتا کدی کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا۔ میر علی نے بیشمار شاگردوں کو فن کتابت کی تعلیم دی تھی۔ میر علی کے ماہر خطاط ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن خاص طور سے وہ خط نستعلیق میں "فرد بے ہمتا" تھا(۱) ۔ اس کے شاگردوں میں ایک میر حسن کشمیری ہوا ہے جس نے خط نستعلیق میں مہارت پیدا کی تھی ۔ اس کی شہرت کشمیر کے علاوہ بیرونی ممالک تک پہنچی اور اس کے خط کے نمونے بلاد ایران و توران میں لوگ فخریہ طور پر لے جایا کرتے تھے(۲) ۔

اکبر نے ۹۹۴ھ میں کشمیر کو سلطنت مغلیہ کا حصہ بنایا ۔ وہ فن کاروں کا بڑا قدر دان تھا ۔ اس نے کشمیری فن کاروں کی بھی سر پرستی شروع کی ۔ اور علم دوستی میں اپنے پیشرو سلطان زین العابدین کے نقش قدم پر چل کر علوم و فنون کو ترقی دی ۔ ضمناً یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ وادی کے چند خاندان ایسے تھے جن میں خطاطی و خوشنویسی وراثت بن کر رہ گئی تھی ۔ خاندان کنائی (اہل قلم) خاص طور سے کتابت کے لئے مشہور تھا ۔ شیخ حسن کنائی والد بابا داؤد خاکی اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے جنہوں نے خوشنویسی میں زبردست شہرت پائی تھی ۔

---

(۱) حسن، ج ۲، ص ۳ ۔

(۲) حسن، ج ۲، ص ۳ ۔

اکبر بادشاہ کا درباری خوشنویس ایک کشمیری محمد حسین تھا۔ وہ کشمیر میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم بھی اسی ارض گل و لالہ میں پائی اور پھر مغل شہزادوں کا استاد اور اکبر کا مقرب بن گیا۔ محمد حسین کشمیری میر علی ہروی (متوفی ۹۵۱ھ) کا شاگرد تھا۔ مؤلف ایرانشہر رقمطراز ہے:

میر علی ہروی نے بیشمار شاگردوں کو تربیت دی تھی جن میں اس فن (خطاطی) کے مسلم استاد ہوئے۔ ان میں سے سید احمد مشہدی، محمود شیبانی، مالک دیلمی، اور محمد حسین کشمیری تھے۔ محمد حسین کشمیری کے شاگردوں میں حسین کشمیری اور محمد مراد زریں قلم مشہور ہوئے(۱)۔ محمد حسین کشمیری کو اکبر نے زریں قلم کا لقب دیا تھا۔ وہ جہانگیر کے عہد حکومت (۱۰۱۴ - ۱۰۳۷ھ) میں بھی منشی دربار کے منصب پر فائز رہا۔ ڈاکٹر مہدی بیانی نے زرین قلم کی تاریخ وفات ۱۰۲۰ھ درج کی ہے۔ محمد حسین کشمیری ملقب بہ زرین قلم کے بعض نمونہ ہائے خطاطی کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ چھ قطعات تحریر جو طہران کے کتابخانہ سلطنتی میں موجود ہیں۔ ان پر یہ عبارت درج ہے: بموجب حکم اقدس کمترین بندہ ہا محمد حسین زرین قلم کشمیری بتاریخ سہ موافق سنہ ۱۰۱۷ھ بقلم شکستہ رقم نقل نمود۔

۲۔ پنج قطعات۔ یہ بھی کتابخانہ مذکور میں موجود ہیں۔ ان پر یہ عبارت تحریر ہے: العبد المذنب الفقیر محمد حسین زرین قلم اکبر شاہی در سال سی جلوس جہانگیری مشق نمود۔

۳۔ چند قطعات متعدد رقموں کے ساتھ۔ ایک قطعہ پر وہ لکھتا ہے۔ کتبہ العبد المذنب الفقیر محمد حسین الکاتب الکشمیری۔ یہ نمونے کتابخانۂ ملی طہران، آستان مقدس رضوی مشہد، بادلیان، عجائب گھر دھلی میں موجود ہیں۔

۴۔ ایک بڑے مرقع میں محمد حسین کشمیری کی کتابت کے نمونے

---

(۱) ایرانشہر، ج ۱، ص ۷۶۸۔

جزو کی تعداد ۳۹ ہے ۔ ان پر کشمیری کاتبوں عبدالحسین کاتب، محمد حسین زرین قلم وغیرہ دستخط موجود ہیں ۔ اسی طرح میر علی تبریزی کی مفردات نستعلیق کے شروع کے ایک صفحہ پر سورۂ فاتحہ اور آخر میں دو قطعے محمد حسین کے تحریر کئے ہوئے ہیں ۔

اس عہد کے ایک اور ممتاز کاتب جمن کشمیری کا نام ملتا ہے لیکن کوشش کے باوجود ہمیں اس کے مفصل حالات ابھی تک نہیں مل سکے ۔

ملا مراد اور ملا محمد محسن کشمیر کے نامآور خوشنویس ہوئے ہیں ۔ یہ دونوں سگے بھائی تھے اور ان کا تعلق عالمگیر بادشاہ کے دربار سے تھا ۔ یہ شاعری اور مجسمہ سازی میں بھی اپنے زمانے کے مشہور استاد تھے ۔ کشمیر کے اکثر باغوں میں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کتبے مدت تک موجود رہے ہیں ۔ ملا محمد مراد سوداگر زادہ کشمیری کو حسن نے خوشنویسان زمانہ میں فرد یگانہ لکھا ہے(۱) ۔ اس نے خط نستعلیق میر حسن بن میر علی سے سیکھا تھا اور وہ خط شلغمی میں بالخصوص شہرت رکھتا تھا ۔ جب اس کے کمال فن کا شہرہ شاهجہاں تک پہنچا تو اسے طلب کرکے دربار کے مصاحبوں اور کتبہ نویسوں میں داخل کرلیا ۔ کہا جاتا ہے کہ شاہی باغات کے تمام تر کتبے اسی نے لکھے تھے ۔ شاهجہاں نے محمد مراد کو زرین قلم کا لقب دیا تھا ۔ مؤلف مراۃ العالم نے اس کے خط کو محمد حسین کشمیری کے خط کی مانند اور شاهجہاں نامہ نے اسے ثانی سلطان و میر علی لکھا ہے ۔ محمد مراد کے خط کے نمونوں کی تفصیل اس طرح ہے :

۱ ۔ ایک قطعہ جو خان ملک ساسانی (طہران) کے مجموعہ میں موجود ہے ۔ اس پر دستخط ہے : کتبہ محمد مراد ۔

۲ ۔ چہار قطعات جو ایک مرقع میں محفوظ ہیں ۔ یہ قطعات گلستان سعدی

---

(۱) حسن، ج ۲، ص ۹۱ ۔

رضوی مشہد کے کتابخانہ میں موجود ہیں۔ ان پر یہ دستخط ہے:
العبد المذنب محمد مراد غفر ذنوبه۔

۳۔ ایک قطعہ جو کتابخانہ بادلیان میں ہے۔ دستخط یوں ہے:
کتبه العبد المذنب محمد مراد غفر الله ذنوبه و ستر عیوبه۔

۴۔ چار قطعات۔ استنبول یونیورسٹی (ترکی) کے کتابخانہ میں موجود ہیں۔ ان پر کاتب محمد مراد نے یوں دستخط کئے ہیں۔ اقل العباد محمد مراد۔

۵۔ ایک قطع جو مرحوم ڈاکٹر مولوی محمد شفیع (لاہور) کی ذاتی لائبریری میں تھا۔ اس پر یہ عبارت درج تھی۔ کتبه العبد المذنب محمد مراد الکشمیری۔

۶۔ قرآن مجید کا ایک نسخہ محمد مراد کا کتابت کیا ہوا سپہ سالار لائبریری طہران میں راقم نے خود دیکھا ہے۔

۷۔ کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ کے مؤلف مرحوم عبدالقادر سروری نے لکھا ہے کہ محمد مراد کشمیری کی خطاطی کے نمونے سرینگر میں کمال الدین شیدا کی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

ملا محمد محسن ملا محمد مراد سوداگر زادہ مذکور کا چھوٹا بھائی تھا۔ وہ زرین قلم اور شیریں قلم کے القاب سے ملقب تھا۔ وہ اپنے بھائی (محمد مراد) کے انداز پر لکھتا تھا۔ محمد محسن صوفی مشرب اور شیخ بتہ مالو کشمیری (متوفی ۱۰۷۰ھ) کا مرید تھا۔ اگرچہ مؤلف "خوشنویسان" نے اسے گمنام کاتب قرار دیا ہے لیکن راقم کے خیال میں یوسف و زلیخا کا جو قلمی نسخہ متوسط جلی قلم سے لکھا ہوا ہے اور کتابخانہ سلطنتی طہران میں موجود ہے وہ اسی خوشنویس ملا محسن کشمیری کا لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے خاتمہ پر یہ عبارت ہمارے خیال کی تائید مزید کرتی ہے، تمام شد تصنیف (کتابت) رسالہ یوسف و زلیخا در روز چہار شنبہ بیست و سیم ماہ ذی الحجہ درسال ہزار و پنجاہ

شش (سنہ [illegible] ھ) میں "کشمیر جنت نظیر" کتبہ العبد حسن [illegible] حسن کے ہاتھ کا تحریر کیا ہوا ایک اور قطعہ بھی اسی کتابخانہ میں موجود ہے۔

محمد علی کشمیری بن محمد حسین زرین قلم کشمیری بھی خطاطی میں استادی کا درجہ رکھتا تھا۔ اور نستعلیق جلی میں تو وہ بلاشک اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ مشہور خوشنویس محمد جعفر کشمیری بھی بظاہر محمد حسین کشمیری زرین قلم کی اولاد سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ بارھویں صدی ھجری کا ممتاز خطاط تھا۔ اس کے ہاتھ کا تحریر کیا ہوا ایک قطعہ جو بادلیان کی لائبریری میں ہے اس پر یہ عبارت درج ہے، کمترین خانہ زادگان درگاہ آسمان جاہ محمد جعفر بن محمد علی نبیرہ زرین قلم مرحوم۔

کشمیر کا ایک کاتب محمد ابراھیم ہوا ہے۔ افسوس کہ اس کی تحریر کے نمونے ہمیں نہیں مل سکے۔ ایک اور مفقودالاحوال خوشنویس میر کمال الدین کشمیری تھا جو خط نستعلیق میں عجیب مہارت کا مالک تھا۔

ملا باقر کشمیری شاہجہاں کے دربار سے متوسل تھا۔ وہ خط نستعلیق، تعلیق، نسخ، شکستہ خوب لکھتا تھا۔ تذکرہ خوشنویسان کے فاضل مؤلف نے ملا باقر کو بھی قرن دھم و یازدھم کا گمنام خطاط لکھا ہے۔ ہمارے خیال میں آقائے کریم زادہ (طہران) کے مجموعہ میں باقر نامی خوشنویس کا جو نمونہ تحریر موجود ہے وہ شاید اسی ملا باقر کشمیری کا ہو۔

کشمیر کا گمنام فارسی گو حسن کشمیری بھی خوشنویس تھا۔ اس قادر الکلام شاعر کے دیوان کا قلمی نسخہ طہران یونیورسٹی کے مرکزی کتابخانہ میں راقم نے دریافت کیا اور حسن کے حالات زندگی اور فن پر مفصل بحث کی ہے(۱)۔ زیر نظر قلمی نسخہ کے خریدار نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے۔ قرائن سے

(۱) ملاحظہ ہو میرا مقالہ "حسن کشمیری"، ماہنامہ ہلال کراچی جنوری [illegible]

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود شاعر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ حسین نے خوشنویس ہونے کا دعوی بھی کیا ہے

بروی صفحه دهد آنچنان جلا خطم   کشد چو مالی پیکر نگار صورت یار

کشمیر میں جس طرح بعض خاندان خطاطی میں مشہور ہوئے اسی طرح بعض افراد کی شہرت و عزت کا سبب بھی یہی فن شریف بنا۔ مثلاً کشمیر کی تاریخ لب التواریخ (مولفہ ۱۲۶۲ھ) کا مولف اخوند بہاء الدین خوشنویس کے نام سے پکارا جاتا ہے(۱)۔ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ فن کتابت و خوشنویسی کو ترقی دینے میں مغلیہ حکومت کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم گیر کی بیٹی زیب النساء نے ملا محمد شفیع کی نگرانی میں کشمیر میں ایک دفتر قائم کردیا تھا جس میں ماہر خوشنویس، نقاش اور طلا کار کام کرتے تھے۔ اور کتابیں نقل ہو ہو کر اس کے پاس جاتی تھیں(۲)۔

حیدر کشمیری گیارھویں صدی ہجری کا ایک نازک دست خطاط تھا۔ خط نستعلیق میں وہ خاص طور سے بڑی فنکارانہ مہارت رکھتا تھا۔ حر عاملی کی عربی تالیف " جواب القائل باباحة الاشیا " کا قلمی نسخہ حیدر کا لکھا ہوا طہران کے دانشکدہ الہیات کی لائبریری میں موجود ہے۔ کشمیر کا ایک اور خوشنویس ہدایت اللہ زرین قلم (متوفی ۱۱۱۸ھ احمد نگر) ہوا ہے۔ یہ عالمگیر کا لائبریرین اور مشق خط میں شہزادوں کا استلد تھا۔ شروع میں ہدایت اللہ نے محمد حسین کشمیری کی تقلید کی لیکن جلد ہی وہ استاد فن بن گیا۔ خط خفی میں وہ اپنے دور کا بہترین استاد تھا۔ یعقوب بن محمد کشمیری بارھویں صدی ہجری کا خوشنویس تھا۔ کتاب منتخب الزیارۃ در ادعیہ و زیارات مشاھد کی چند فصل اور ایک خاتمہ کی خط کوفی میں کتابت یعقوب نے کی تھی۔ یہ قلمی نسخہ دانشکدہ الہیات طہران کے کتابخانہ میں محفوظ

(۱) ملاحظہ ہو میرا مقالہ کشمیر کے "فارسی مورخین" المعارف لاہور، اگست ۱۹۶۰ء
(۲) ماہنامہ کتاب (لاہور) اکتوبر ۱۹۶۹ء

ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۸۹ھ میں مشہد مقدس میں کتابت کیا گیا تھا۔ عالمگیر کے عہد ہی میں کشمیر کا فارسی گو شاعر اور خوشنویس خواجہ جوہری بیکتا ہوا ہے۔ اس کے مفصل حالات نہیں ملتے۔

حافظ عبداللہ فتح کدلی (متوفی ۱۱۰۰ھ) عالم و زاہد اور ملا طیب کا مرید تھا۔ ''کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ'' کی شہادت کے مطابق وہ قرآن مجید کی کتابت کرکے گذر اوقات کیا کرتا تھا۔ اسی طرح خواجہ علی اکبر (متوفی ۱۱۱۳ھ) شاعر الشاپرواز اور خطاط تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اصل میں خاف (حوالی ہرات) کا باشندہ تھا۔ شاہ عباس صفوی کے عہد میں ہندوستان پہنچا اور پھر کسی سہم میں کشمیر آنا پڑا اور پھر وہ یہیں مقیم ہوگیا۔ خواجہ علی اکبر عالم و شاعر و خوشنویس ہونے کے علاوہ تاریخ گوئی میں بھی ید طولیٰ رکھتا تھا۔

سید محمد رضا مشتاق کشمیری (متوفی ۱۱۴۳ھ) ناجی خاندان کا چشم چراغ اور فارسی کا زبردست شاعر تھا۔ اس خاندان کا پیشہ کتابت و خوشنویسی تھا، مشتاق بھی خوبصورت لکھنے والا خطاط تھا۔ حبیب اللہ دلو (متوفی ۱۱۹۸ھ) بھی حسن خط اور انشا پردازی میں کامل مہارت رکھتا تھا۔

کشمیر میں افغانوں کے عہد حکومت میں پنڈت دیارام کاچرو متخلص بہ خوشدل تیمور شاہ درانی کا دبیر تھا اور اکثر کابل میں رہتا تھا۔ خوشدل ایک مانا ہوا خوشنویس بھی تھا۔ خوشدل کا بیٹا بیربل کاچرو بھی حسن خط میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے خط ناخن، کا نمونہ جو ۱۲۶۶ھ میں تحریر ہوا کشمیر اکیڈمی سرینگر میں موجود ہے۔ مرحوم عبدالقادر سروری نے اپنی اہم تالیف ''کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ'' میں کشمیر کے ایک خوشنویس محمد رسول کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی کتابت کا ایک نسخہ کمال الدین بیدا کے پاس موجود ہے۔ اس پر سال کتابت ۱۲۷۲ھ درج ہے

تذکرہ خوشنویسان میں محمد رسول کو کاتب گمنام بتایا گیا ہے لیکن ہماری تحقیق کے مطابق یہ محمد رسول یا بعض تذکروں کے بقول عبدالرسول بارھویں صدی ھجری کا مشہور خطاط ہے۔ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک قطعہ کابل کے عجائب گھر میں ہم نے خود دیکھا ہے۔ اس کے خاتمہ پر قلم اور تاریخ اس طرح درج ہے۔ مشقہ، رسول سنہ ۱۱۷۰ھ۔

کشمیر میں سکھوں کے دور حکومت میں بھی خوشنویسی کی جاتی رہی۔ یہاں تک کہ اس عہد میں فن خوشنویسی پر ایک کتاب بھی تالیف کی گئی جس میں فن کے اسرار و رموز سمجھائے گئے۔ کتاب کا تعارف کرانے سے پہلے یہ بات بتا دینا ضروری ہے کہ خط عربی و فارسی کی کئی اقسام ھیں۔ مثلاً عربی میں خط کوفی، نسخ، ثلث، رقاع، ریحان، وغیرہ اور فارسی میں خط نستعلیق، شکستہ، گلزار، ناخن، شکستہ آمیز، کا رواج رہا ہے۔ مراد بیگ کشمیری نے جو خود بھی ایک ماہر خطاط تھا، خط ثلث، و خط نسخ پر ایک کتاب مرتب کی تھی۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے دور میں میرزا سیف الدین بن میرزا احمد سرکاری وقائع نویس اور خطاط تھا۔ خواجہ عبدالرحمن نقشبندی (متوفی ۱۲۸۶ھ) مرید خواجہ امیر الدین پکھلی وال جو تحفہ نقشبندیہ کا مولف ہے ایک ماہر خوشنویس بھی تھا۔ میر حبیب اللہ کاملی (متوفی ۱۲۸۷ھ) بھی اپنے والد میر محی الدین اکمل کی طرح خوشنویس تھا۔ یہ فن اس نے اپنے والد ھی سے سیکھا تھا۔ اس نے متعدد کتابوں اور قرآن مجید کی کتابت کی ہے، کاملی کا بیٹا میر غلام احمد مختار (متوفی ۱۳۲۶ھ) بھی خوشنویس تھا۔

مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد (۱۲۷۳-۱۳۰۲ھ) میں بھی فارسی، ریاست جموں و کشمیر میں مروج رہی۔ رنبیر سنگھ کے حکم سے اکثر سنسکرت کتابوں کے تراجم فارسی میں کروائے گئے اور اس دور میں فن خوشنویسی بھی کچھ اھل ذوق کی توجہ اور کچھ اقتصادی ضرورت کی وجہ سے ترقی کرتا رہا۔

اس عہد کے خطاطوں میں امام دیروی، محمد تقی کشمیری اور احمد علی کشمیری نے بڑی شہرت پائی۔ ان خوشنویسوں کے لکھے ہوئے نمونے کمال الدین شیدا کے مجموعہ میں موجود بتائے جاتے ہیں۔ امام دیروی کی تحریر پر ۱۲۷۰ھ محمد تقی کی تحریر پر ۱۲۸۶ھ اور احمد علی کی تحریر پر ۱۳۰۰ھ کے سال درج ہیں۔

جیسا کہ ہم شروع میں بتا آئے ہیں فن خوشنویسی کو کشمیریوں نے زمین سے اٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ ایوانوف نے بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے مخطوطات کی فہرست میں ایک جگہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ "آج بھی وسط ایشیا اور ایران کے کتابخانوں کے مخطوطات کے مجموعوں میں کشمیری کاتبوں اور خطاطوں کے ہاتھ کے مخطوطات بکثرت ملتے ہیں"۔ کشمیر کے خوشنویسوں کی ایجاد و اختراع کا یہ عالم تھا کہ ان کا خط خط کشمیری ان کی جلد، جلد کشمیری اور ان کا کاغذ، کاغذ کشمیری مشہور ہوا۔

آج بھی مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے بعض علمی خاندانوں میں خوشنویسی سیکھنے کا رواج موجود ہے۔ آج سے پون صدی پہلے تک تو کشمیر سے سفید کاغذ اور کتب فارسی برآمد کی جاتی تھیں۔ چنانچہ حسن (متوفی ۱۳۱۶ھ) نے اپنی تاریخ کی جلد اول میں کاغذ سفید اور کتب فارسی کو برآمد کئے جانے والے مال میں شمار کیا ہے جو کشمیر سے اطراف و ممالک ہند اور خراسان کو بھیجا جاتا تھا(۱)۔

---

(۱) [illegible]